مظہر یوسف

رئیس غلام محمد خان بھرگری

کیا آپ نے رئیس غلام محمد خان بھرگری کا نام سنا ہے؟ غالباً نہیں! میرے خیال میں سندھ میں مقیم اردو داں طبقہ کی سب سے بڑی بد نصیبی یہی ہے کہ وہ عرصہ گزر جانے کے باوجود سندھ کی پرانی تاریخ، پاکستان بننے سے پہلے کی سندھی سیاست اور سندھ کے پرانے خاندانوں، سیاست دانوں اور قومی و سماجی کارکنوں سے کماحقہ واقف نہیں ہیں۔

مثلاً انھیں یہ بھی معلوم نہیں کہ شیخ عبدالمجید سندھی سندھ کے مشہور کرپلانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں پہلے وہ ہندو تھے۔ اور ان کا نام جیٹھا نند لیلا رام تھا۔ لیکن جب وہ انیس برس کے ہوئے تو مسلمان ہو گئے۔

یا یہ کہ سندھ اسمبلی ہندوستان میں وہ واحد صوبائی اسمبلی تھی جس نے ۱۹۳۸ء میں پاکستان کی قرارداد پاس کی تھی اور اس قرارداد کو سندھ صوبائی مسلم لیگ کے صدر جی ایم سید نے پیش کیا تھا۔ اور یہ بھی کہ جی۔ ایم سید کے خیالات بعد میں کتنے بدل گئے ہوں، لیکن اس زمانہ میں ان کی قائداعظم سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جب انھوں نے سندھ اسمبلی میں ۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء کو یہ خبر سنی کہ قائداعظم پر بمبئی میں قاتلانہ حملہ کیا ہے تو سید صاحب "ہائے قائد" کہہ کر بے ہوش ہو گئے۔ اور فرش پر گر گئے اور انھیں کافی دیر میں ہوش آیا۔

اور ہاں یہ بھی کہ پاکستان کے وجود میں آنے سے کچھ دن پہلے تک صرف بنگال اور سندھ ہی وہ دو صوبے تھے جہاں مسلم لیگ کی حکومت تھی پنجاب میں اس وقت یونینسٹ پارٹی حکومت کر رہی تھی اور سرحد میں کانگریس جماعت۔

بہرحال میں بات کر رہا تھا کہ رئیس غلام محمد بھرگری کی۔ بھرگری صاحب ان معدودے چند مخلص قومی کارکنوں اور سیاست دانوں میں ہیں جن پر نہ صرف سندھ کو بلکہ پورے ہندو پاک برِاعظم کو فخر ہونا چاہیئے۔

ہندوستان کی جنگ آزادی میں سندھ سے اگر کسی سیاست دان کا نام ہراول دستے میں شمار کیا جاسکتا ہے تو وہ یقینی رئیس غلام محمد بھرگری کا نام ہے۔

غلام محمد بھرگری ۱۹۰۹ء میں کانگریس میں شامل ہوئے۔ اسی زمانے میں منٹو مارلے ریفارمز کے تحت بمبئی لیجسلیٹو کاؤنسل کے انتخابات ہونے والے تھے۔ ان انتخابات میں سندھ کے چار ممبر منتخب ہوئے۔ سندھ کے زمین داروں کے حلقہ سے رئیس بھرگری اور میونسپلٹیز کے حلقہ سے ان کے دوست سیٹھ ہرچند رائے منتخب ہوئے تھے۔ غلام محمد بھرگری ۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۰ء تک بمبئی اسمبلی کے ممبر رہے۔ اس تمام عرصہ میں انھوں نے سندھی عوام کے لیے بالعموم اور سندھی مسلمانوں کے لیے بالخصوص انتھک کوششیں کیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان تمام کوششوں میں ان کے دوست ہرچند رائے نے برابر ان کا ساتھ دیا۔ انھیں دنوں میں انھوں نے بمبئی کاؤنسل سے ایک مسلم ایجوکیشن سیس بل پاس کرایا جس کے تحت مسلمان زمین داروں سے روپے میں ایک پیسہ وصول کیا گیا اور اس رقم سے مسلمان بچوں کے لیے اسکول کھولے گئے۔

انھوں نے "رسائی اور لاپے" جیسی لعنتوں کے خلاف کونسل میں اتنی تقریریں کیں اور قرار دادیں پیش کیں کہ بالآخر گورنمنٹ کو ۱۹۱۸ء میں ایک رسائی کمیشن قائم کرنا پڑا۔

رسائی اور لاپا دراصل سندھ کی ایک پرانی رسم تھی۔ جب کبھی کوئی اعلیٰ افسر گشت پر یا بغرض شکار کسی جگہ جاتا تو اس کے قیام وطعام اور تفریح کے لیے نہایت پرتکلف انتظامات کیے جاتے شراب گانے اور ناچ کی محفلیں سجائی جاتی تھیں۔ ان تمام اخراجات کے لیے ایک خاص رقم ہر آبادی سے وصول کی جاتی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس کا بار آخر میں غریب آدمی ہی پر پڑتا تھا یہ صرف غلام محمد بھرگری اور ہرچند رائے اور ان کے دوسرے دوستوں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ سندھ کے عوام کو اس منحوس لعنت سے چھٹکارا ملا۔

اسی طرح چونکہ بمبئی کے اعلیٰ افسران اور اہل کار سال میں صرف ایک یا دو بار ہی سندھ آتے تھے

اور یہاں مشکل سے دو یا تین دن قیام کرتے تھے. جس کی وجہ سے سندھ میں تعلیم، صحت، آب پاشی اور سڑکوں کی تعمیر وغیرہ پر کم ہی توجہ دی جاتی تھی. اس کے پیش نظر غلام محمد بھرگری، ہرچند رائے اور ان کے رفقاء نے فیصلہ کیا کہ اس مسئلہ کا واحد حل سندھ کی بمبئی سے علیحدگی ہے.

بھرگری اور ہرچند رائے کی کوششوں سے سندھی عوام کی بھلائی کے لیے بمبئی کاؤنسل نے مختلف بل پاس کیے جن کا کافی خوشگوار اثر سندھ کے عوام کی حالت پر پڑا، مثلاً اریگیشن بل ڈسٹرکٹ میونسپل بل، فری کمپلسری ایجوکیشن بل، کاٹن کنٹرول بل اور ولیج پنچایت بل وغیرہ۔

اس ضمن میں ایک اور بات بھی ملحوظ خاطر رہے. رئیس غلام محمد بھرگری نے بمبئی کاونسل میں ایک تجویز یہ بھی پیش کی تھی کہ سندھ میں اردو پرائمری تعلیم کو فروغ دیا جائے غالباً یہی وجہ ہے کہ سندھ میں کافی عرصہ سے ایسے اسکول قائم ہیں جہاں اردو میں تعلیم دی جاتی ہے مثلاً ۱۹۲۵ء کی کراچی میونسپلٹی کی ایک رپورٹ میں جسے جمشید نسروانجی مہتا نے مرتب کیا تھا. یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت کراچی میں لڑکوں کے لیے ۱۶ سندھی اسکول تھے، ۱۹ گجراتی، ۷ مرہٹی اور ۱۴ اردو اسکول، اسی طرح لڑکیوں کے لیے ۱ سندھی اسکول تھے. ۹ گجراتی ۳ مرہٹی اور ۱۰ اردو اسکول اور مزید یہ کہ اردو میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی تعداد اس وقت ۷۹۴ تھی اور اس کے برخلاف سندھی میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی تعداد ۶۹۸ تھی.

رئیس غلام محمد بھرگری نے ۱۹۰۹ء میں کانگریس میں شمولیت کے بعد جو ۱۹۱۰ء میں الہ آباد میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کا اجلاس ہوا، اس میں اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ شرکت کی تھی سندھ سے اس وقت جو وفد الٰہ آباد میں آگیا. اس میں بھرگری صاحب کے علاوہ سیٹھ ہرچند رائے، مسٹر جیرام داس اور مسٹر محمد حافظ بیرسٹر شامل تھے.

اس کے بعد رئیس بھرگری اور سیٹھ ہرچند رائے کانگریس کے کلکتہ والے ۱۹۱۱ء کے سیشن اور بانکی پور والے ۱۹۱۲ء کے سیشن میں شریک ہوئے.

کانگریس کا اگلا یعنی ۱۹۱۳ء کا اجلاس بھرگری صاحب اور ہرچند رائے کی دعوت پر کراچی میں ہوا. یہ اجلاس دسمبر ۱۹۱۳ء میں منعقد ہوا. اس کی صدارت نواب محمد بہادر نے کی جو ٹیپو سلطان کی اولاد میں تھے خطبہ استقبالیہ ہرچند رائے نے پیش کیا. اس اجلاس میں آغا خان، قائداعظم محمد علی

جناح، لالہ لاجپت رائے مسٹر ونشا وچا اور ہندوستان کے بہت سے چوٹی کے سیاسی لیڈروں نے حصہ لیا۔

اسی سیشن میں غالباً سب سے پہلے ہرچند رائے نے کانگرس کے پلیٹ فارم سے اپنے خطبہ استقبالیہ میں سندھ کی بمبئی سے علاحدگی کی تحریک پیش کی یہ ۱۹۱۳ء کی بات ہے۔ سندھ کے مسلمانوں نے اس تحریک میں دلچسپی بہت بعد میں لی۔ لہذا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ سندھی ہندو من حیث الجماعت سندھ کی بمبئی سے علاحدگی کے خلاف تھے۔

کراچی کانگریس سیشن کے فوراً بعد آگرہ میں مسلم لیگ کا اجلاس ہونے والا تھا۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے ہمراہ بھرگڑی صاحب بھی اس اجلاس میں شریک ہوئے اس کے بعد وہ قریب قریب کانگریس اور لیگ کے ہر اجلاس میں شریک ہوتے رہے۔

۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے اجلاس ایک ساتھ لکھنؤ میں منعقد ہوئے اس موقع پر جناح صاحب اور رئیس بھرگڑی دونوں راجہ صاحب آف محمود آباد کے مہمان تھے۔ اس موقع پر جناح صاحب رئیس بھرگڑی اور ہرچند رائے وغیرہ کی کوششوں سے کانگریس اور مسلم لیگ میں ایک سمجھوتہ طے پایا جسے لکھنؤ پیکٹ کا نام دیا گیا۔

اس کے بعد ۱۹۱۷ء میں کانگریس کے کلکتہ والے سیشن میں رئیس غلام محمد خان بھرگڑی کو آل انڈیا کانگریس کا جنرل سیکریٹری چنا گیا۔

بھرگڑی صاحب ۱۹۱۸ء میں لندن بھی گئے اور وہ انڈیا بل کے مسئلہ پر دارالعلوم اور دارالامراء کی ایک سیلیکٹ کمیٹی کے سامنے جناب محمد علی جناح اور مسٹر محمد یعقوب کے ساتھ ہندی مسلمانوں کے نقطہ نظر کی وضاحت کی۔

وہ ۱۹۲۰ء میں وطن واپس ہوئے اور اسی سال فروری میں ہونے والی آل انڈیا خلافت کانفرنس کی صدارت کی۔ اس کانفرنس میں جن زعماء نے شرکت ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح، مولانا آزاد سبحانی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی مولانا ظفر علی خان، مولانا داؤد غزنوی، جناب فضل الحق ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور سندھ سے بھرگڑی صاحب کے علاوہ حاجی عبداللہ ہارون اور پیر رشد اللہ شاہ۔

بقیہ صفحہ ۲۱ پر دیکھیں